اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے
گیارہ (۱۱) اشعار کی تشریح جن میں علم
توقیت وفلکیات استعمال کیا گیا ہے
اشعار رضا
میں
فن توقیت کی
جھلک
شارح: بندہ مسکین ابو محمد
عبدالعزیز عطاری عفی عنہ

پہلے اسے پڑھ لیجیے

از: حضرت حافظ ابو محمد **محمد خرم رضا** عطاری مدنی دامت برکاتہم العالیۃ

ذاتِ واجب نے جب سے عالمِ امکان کو وجود بخشا ہے تب سے ہی اس عالم کے روحِ رواں، جانِ کائنات، صاحبِ لولاک ﷺ کا ذکر اور تعریف وثنا جاری ہے اور کیوں نہ ہو کہ مالکِ کائنات خود فرماتا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[1]

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے محبوب ﷺ کی تعریف ہی نہیں کی بلکہ اپنے انبیا علیہم السلام اور اولیا علیہم الرحمہ کو بھی اس کا حکم ارشاد فرمایا اور اسے دنیا و آخرت کی نجات کا ذریعہ بنایا۔ یہیں تک بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ تمام کو بھی اسی میں مصروف کر دیا کہ اس عالم کی ہر ہر چیز اپنی زبانِ مقال و حال سے حضور ﷺ کی تعریف کر رہی ہے

---

(1): پارہ نمبر: ۳۰، سورہ الم نشرح: ۴

کیوں کہ اللہ تعالی نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْیَا وَاَھْلَھَا لاُعَرِّفَھُمْ کَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِیْ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا [(2)]

یعنی بے شک میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تاکہ اے محبوب! میرے نزدیک آپ کی جو قدر و منزلت ہے وہ انھیں بتاؤں اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو تَخْلِیق نہ فرماتا۔

اسی معنی میں کئی احادیثِ قدسیہ کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

امام شَرَفُ الدّین محمد بن سعید بُوصِیری رحمۃُ اللہِ علیہ اپنے مشہورِ زمانہ قصیدۂ بُردہ شریف میں فرماتے ہیں:

وَكَیْفَ تَدْعُوْاِلَى الدُّنْیَا ضَرُوْرَۃُ مَنْ
لَوْلَاہُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْیَا مِنَ الْعَدَمِ

یعنی دنیا کی ضرورتیں اس مبارک ہستی کو اپنی طرف کیسے بُلا سکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وُجود میں نہ آتی۔

علامہ سیّد عمر بن احمد آفندی حَنَفی رحمۃُ اللہِ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس شعر میں اس حدیثِ قُدسی کی طرف

---

(2): الخصائص الکبری، ج:۲، ص:۳۳۰، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

اشارہ ہے : لَوْلَاكَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاك [3] یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا۔ اَفلاك (آسمانوں) سے مراد دنیا میں موجود ہر چیز ہے، گویا جُز (Part) بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ نیز اس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ معراج کی رات جب سرکارِ نامدار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی کے مقام پر پہنچ کر اللہ پاک کے لئے سجدہ کیا تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا: اَنَا وَ اَنْتَ وَمَا سِویٰ ذٰلِكَ خَلَقْتُهٗ لِاَجْلِكَ یعنی اے میرے پیارے! میں ہوں اور تم ہو، اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب میں نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ اس موقع پر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کی: اَنَا وَ اَنْتَ وَمَا سِویٰ ذٰلِكَ تَرَكْتُهٗ لِاَجْلِكَ یعنی اے میرے مالک! میں ہوں اور تیری ذاتِ پاک ہے، اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب میں نے تیرے لئے چھوڑ دیا۔ نیز اس شعر میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ

---

(3): حضرت علامہ مولانا علی بن سلطان قاری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: ان الفاظ کے ساتھ وارد نہیں لیکن اس کے معنی صحیح ہیں۔ (اَلزُّبْدَۃ فی شرح البُردۃ ، ص۲۵۸)(اس حوالے سے فتاویٰ ملک العلماء ، ص۲۹۶ کا مطالعہ مفید رہے گا)

دنیا رحمتِ عالم ﷺ کے تابع ہے، آپ اور آپ کے اصحاب کے لئے بنائی گئی ہے، پھر بھلا کیسے ممکن ہے کہ یہ مبارک ہستیاں دنیا کے تابع ہوجائیں یا دنیوی خواہشات سے مَغْلُوب ہوجائیں۔[4]

اسی طرح پتھروں کے سلام عرض کرنے، درختوں کے حکم بجا لانے، جانوروں کے فرمانبرداری کرنے کے کئی واقعات کتبِ سیرت میں موجود ہیں۔

ان تمام باتوں کے پیشِ نظر علماءِ دین کا طریقہ رہا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی شان نثری اور نظمی صورت میں بیان کرتے ہیں کہ کسی طرح ہم بھی حضور ﷺ کے نعت خوانوں کی فہرست میں آجائیں کہ حضور ﷺ اپنے نعت خوانوں سے خصوصی محبت فرماتے ہیں جیسا کہ مداحِ حضور، حضرت حسان رضی اللہ تعالی عنہ کے دعائیہ کلمات فرمانے اور منبر لگوانے سے ظاہر ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَضَعُ

(4): عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ، ص:۱۱۸

لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْ قَالَتْ: يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَيَقُولُ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: «إِنَّ اللّٰہَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ، أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ[5]

یعنی: رسولِ کریم ﷺ مسجدِ نبوی شریف میں حضرت حسان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے منبر رکھواتے تھے۔ حضرت حسان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ اس پر کھڑے ہو کر (اشعار کی صورت میں) رسول کریم ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرتے اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور حضور اقدس ﷺ (ان کے حق میں) فرماتے تھے کہ جب تک حضرت حسان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کفار کی بدگوئیوں کا جواب دے رہے ہوتے ہیں اللہ تعالی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔

لیکن ساتھ ساتھ علماء کرام علیھم الرحمہ ہمیشہ یہ بھی اعتراف کرتے رہے کہ ہمارے حضور ﷺ کی شان بیان کرنے سے حضور ﷺ کی شان نہیں بڑھی بلکہ یہ تو ایک بہانہ اپنے کلام کو عزت بخشوانے کا جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

---

(5): سنن ترمذی، ج: ۴، ص: ۲۵۸، مطبوعہ: دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۶

ما إن مدحت محمدًا بمقالتي ... لكن مدحت مقالتي بمحمد

یعنی: میں نے حضرت محمد ﷺ کی اپنے کلام کے ذریعے تعریف نہیں کی لیکن حضرت محمد ﷺ کے (ذکر کے) ذریعے اپنے کلام کو قابل تعریف بنا دیا۔

ماضی قریب کی ایک عظیم شخصیت ، جن کی زندگی کا مقصد دفاعِ ناموسِ رسالت ﷺ اور ذکرِ مقامِ رسالت ﷺ تھا، گویا کہ آپ کو پیدا ہی اسی لئے کیا گیا تھا، ہماری مراد، اہل سنت کی سند، متاخرین کے پیشوا، محبوبِ رسول، اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کے ہر موڑ حضور ﷺ کے دین کی خدمت کی اور ہمیشہ تعریف و ثناءِ رسول ﷺ میں مشغول رہے، اسی سلسلے کی ایک کڑی آپ کا نعتیہ دیوان بنام **حدائق بخشش** ہے جس میں آپ نے نئے اور انوکھے اسلوب کو استعمال فرمایا کہ رہتی دنیا تک عاشقوں کو ایک طرز عطا کر دیا، محبت رسول ﷺ، عشق رسول ﷺ کے اصول سکھا دیے، اور آپ کی تبحرِ علمی کے سبب یہ دیوان ذکرِ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ کئی علوم کو شامل ہو گیا لہذا آپ کے اشعار کو سمجھنے کے لئے کئی علوم کی معرفت بھی ضروری ہے۔

ماشاءاللہ تعالی! جناب حافظ عبد العزیز عطاری صاحب کو

اللہ تعالی نے کم عمری میں ہی کئی صلاحیتوں سے نوازا ہے، اور بالخصوص علم توقیت و فلکیات میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالی انہیں مزید برکتیں عطا فرمائے آمین۔

انہوں نے حدائق بخشش کے کچھ اشعار منتخب کیے جن میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے علمِ توقیت و فلکیات کا استعمال کیا ہے، اور ان کی تشریح و توضیح علم توقیت و فلکیات کی روشنی میں کی کہ جس سے حضور ﷺ کی نعت خوانی بھی ہو جائے اور علم توقیت و فلکیات کی کچھ باتیں بھی امت تک آسان اور نئے انداز سے پہنچ جائیں۔ اللہ تعالی ان کے زورِ قلم کو مزید قوت بخشے اور ان سے یونہی دین متین کی مقبول خدمت لے اور ان کی اور ہماری بے حساب بخشش و مغفرت فرمائے آمین۔

انداز رسالہ

انہوں نے علمِ توقیت کی دقیق اور تحقیقی ابحاث کو نہیں چھیڑا بلکہ آسان ابحاث ذکر کی ہیں کیوں کہ تحقیقی ابحاث و نکات کے لئے بنیادی باتیں ذکر کرنی ہوں گی جو کہ اس مختصر سے رسالے میں نہیں آسکتیں، ان شاءاللہ تعالی موصوف اگلی تحریر میں یہ چیزیں بھی ذکر کریں گے۔

اللہ تعالی اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے تمام امت مسلمہ کی بخشش و مغفرت کا ذریعہ بنائے اور ان سب کے صدقے بندہ مسکین کے حق میں بھی یہ دعا قبول فرمائے۔ آمین

بندہ مسکین ابو محمد
محمد خرم رضا عطاری عفی عنہ

پرانا پر داغ ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجوم تارِ نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

ملگجا: میلا ہونا۔

فرش بادلہ یہ عالی قسم کے فرش کو کہتے ہیں جو بادشاہوں کے درباروں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

سورج کی حرکتیں

جان لیجیے کہ سورج اور چاند ذاتی اور ظاہری[6] دونوں اعتبار سے متحرک ہیں، دن رات کا آنا جانا یہ ظاہری حرکت ہے جو کہ مشرق سے مغرب کو ہوتی ہے اور اسی کے سبب یہ طلوع و غروب ہوتے ہیں[7]۔ اور ذاتی حرکت مغرب سے مشرق کو ہے جس کے سبب سردی گرمی آتے ہیں[8]، اس حرکت کے سبب سورج تقریباً چھ مہینے خطِ استوا (یعنی دنیا کے درمیانی حصے پر فرض کی گئی لائن) سے شمالی دنیا کی طرف رہتا ہے اور بقیہ مہینے جانبِ جنوب رہتا ہے اس ہٹنے کی مقدار کو اصطلاح میں **میلِ شمس** کہتے ہیں۔

---

(6): فلاسفہ اس ظاہری حرکت کو فلک کی حرکت کا نام دیتے ہیں۔
(7): توضیح الافلاک، ص: ۳۶،۳۷ ماخوذا
(8): توضیح الافلاک، ص: ۲۱

اگر اس کا نظارہ کرنا ہو تو وہ بھی ممکن ہے لیکن پہلے ایک بات پیشِ نظر رکھیں: سورج جتنا جانبِ شمال یا جانبِ جنوب ہوگا تو اتنا ہی مشرق و مغرب سے ہٹ کر طلوع اور غروب کرے گا یعنی کہ اگر آج ۱۰ درجہ میلِ شمس شمالی ہے تو سورج طلوع میں مشرق سے شمال کی طرف ۱۰ درجے ہٹ کر طلوع ہوگا اور غروب میں مغرب سے شمال کی طرف ۱۰ درجے ہٹ کر غروب ہوگا اور اسی پر میلِ شمس جنوبی کو بھی قیاس کر لیجیے[9]۔(یہ بات تقریبی طور پر تحریر کی گئی ہے، تفصیلی وضاحت اگلی تحریر میں ہوگی ان شاء اللہ تعالی)۔

حرکت شمس کا مشاہدہ

اب اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ آپ طلوع و غروب کے وقت سورج کا مشاہدہ کریں پھر اس کے ایک ایک مہینے کے بعد مشاہدہ کرتے جائیں تو آپ کو واضح فرق محسوس ہوتا جائے گا لیکن جون اور دسمبر میں ایک مہینے کے بعد دیکھنے سے واضح فرق محسوس نہ ہوگا بلکہ ان مہینوں میں تقریبا ۲ مہینے واضح فرق کے لئے

---

(9): توضیح الافلاک، ص:۱۹، ۱۸

درکار ہوں گے۔ایک تصویر ملاحظہ کیجیے جس میں ۱۲ مہینوں کی تصویریں ہیں جو کہ ایک ہی تاریخ اور ایک ہی وقت میں لی گئی ہیں:

سورج اور چاند میں فرق

پورے مہینے میں چاند کی مختلف کیفیتیں ہیں، یہ سورج کی طرح نہیں ہے بلکہ کئی اعتبارات سے اس میں فرق ہے جیسے سورج کے طلوع و غروب کا وقت پچھلے دن کے طلوع و غروب کے آس پاس ہوتا ہے جب کہ چاند کا یہ معاملہ نہیں بلکہ تقریبا پچھلے دن سے ایک گھنٹے کے آس پاس فرق آجاتا ہے اور اسی طرح سورج کا وقت معین ہے یعنی ہمیشہ نصف النہار ۱۲ بجے کے آس پاس ہوگا یونہی طلوع و غروب کے لئے بھی اوقات معین ہیں کہ طلوع ہمیشہ اوقاتِ شرقیہ (نصف اللیل سے نصف النہار کے درمیانی وقت) میں اور غروب ہمیشہ اوقاتِ غربیہ (نصف النہار سے نصف اللیل کے درمیانی وقت) میں لیکن چاند کے لئے یہ کچھ لازم نہیں بلکہ یہ دن اور رات میں کبھی بھی طلوع اور کبھی بھی غروب کر سکتا ہے، اسی سے اشارتاً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دن کو تو سورج کا وجود لازم ہے لیکن رات کو چاند کا وجود لازم نہیں بلکہ رات کو سورج کا نہ ہونا لازم ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دن اور رات کی تبدیلی میں سورج کا کردار ہے چاند کو اس میں کوئی دخل نہیں یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ صبح یا شام کے وقت چاند کا مشاہدہ کرلیا جاتا ہے اور ایک اور فرق یہ بھی ہے کہ سورج جتنا ایک سال

میں اپنی ذاتی حرکت سے سفر کرتا ہے چاند اتنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک مہینے میں کرلیتا ہے۔

مہینے بھر میں چاند کے طلوع کے اوقات

لہذا چاند ابتدائی تاریخوں میں طلوعِ شمس کے آس پاس طلوع ہوتا ہے اور غروبِ شمس کے آس پاس غروب ہوتا ہے اور تربیعِ اول میں نصف النہار کے وقت طلوع اور نصف اللیل کے وقت غروب ہوتا ہے اور بدر میں غروبِ شمس کے وقت طلوع اور طلوعِ شمس کے وقت غروب ہوتا ہے جبھی بدر میں پوری رات چاند نظر آتا رہتا ہے اور تربیعِ ثانی میں نصف اللیل پر طلوع اور نصف النہار پر غروب ہوتا ہے اور پھر تبدیلی ہوتے ہوتے ۲۷ تاریخ سے پھر طلوعِ آفتاب پر طلوع اور غروبِ آفتاب پر غروب ہونے لگتا ہے (بیان کئے گئے تمام اوقات تقریبی اعتبار سے ہیں، حتمی نہیں)۔

چاند کی کیفیتیں

یہ ہم نے سورج اور چاند کی حرکتوں کا تعارف پیش کیا ہے تاکہ اگلی بات سمجھنا آسان رہے، سورج اور چاند اپنی حرکت کے سبب ایک دوسرے سے قریب یا پھر دور ہوتے رہتے ہیں جب دونوں میں

فاصلہ ختم ہوجاتاہے تو اسے محاق (conjuction) کہتے ہیں جو کہ چاند کی پیدائش بھی کہلاتی ہے پھر ہر روز تقریباً ان کے درمیان ۱۲ درجہ کا فاصلہ بڑھتا رہتا ہے[10] یہاں تک کہ جب فاصلہ ۹۰ درجے ہوجائے جو کہ کم و بیش ساتویں شب کو ہوتا ہے، تو اسے تربیعِ اول (first quater) کہتے ہیں پھر جب فاصلہ ۱۸۰ درجہ ہوجائے تو اسے بدر (full moon) کہتے ہیں پھر فاصلہ ۲۷۰ درجہ ہونے کی صورت میں تربیعِ آخَر (last quater) کہتے ہیں پھر فاصلہ ۳۶۰ درجہ یعنی صفر ہوجانے کی صورت میں پھر دوبارہ محاق والی کیفیت آجاتی ہے[11]۔

دونوں تربیع میں چاند کا دکھائی دینے کے اعتبار سے نصف حصہ روشن ہوتاہے جو کہ حقیقتاً پورے چاند کا چوتھائی حصہ ہوتا ہے جبھی اسے ربع کی مناسبت سے تربیع کہتے ہیں اور حالتِ بدر میں دکھائی دینے کے اعتبار سے مکمل چاند روشن ہوتا ہے اور جب سورج اور چاند کے درمیان ۱۲ درجے سے بھی کم فاصلہ رہ جاتاہے تو چاند نظر نہیں آتا، یہ چاند کا چھپ جانا کبھی ستائیسویں کی صبح یا شام سے ہلال

---

(10): توضیح الافلاک، ص:۵۴
(11): توضیح الافلاک، ص:۵۴،۵۳

کے درمیان ہوتا ہے۔

یاد رکھیے! چاند ستائسویں رات کو بھی نظر نہیں آتا لیکن اس کی وجہ چاند کا غروب ہونا ہے جیسا کہ آپ جان چکے ہیں کہ ان راتوں میں سورج طلوعِ آفتاب کے پاس طلوع کرتا ہے، جب کہ سورج کے قریب ہوجانے کے سبب چاند کا چھپ جانا اکثر ستائسویں کے دن میں ہوتا ہے۔

چاند کی شکلیں تبدیل ہونے کی وجہ

یہاں آخری بات کرکے شعر کی طرف لوٹیں گے۔چاند خود روشن نہیں ہے بلکہ سورج سے منور ہے اور اصول یہ ہے کہ جب کوئی بڑا کرہ چھوٹے کرے کو روشنی دے گا تو اس کا نصف سے زائد حصہ روشن کرے گا[12] اس سے معلوم ہوا کہ سورج ہمیشہ چاند کا نصف سے زائد حصہ روشن کئے ہوئے رہتا ہے، پر سوال یہ ہے کہ ہمیں مختلف شکلیں نظر کیوں آتی ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ چاند کا نصف سے زائد حصہ تو ہر وقت روشن ہے لیکن ہمیں دکھائی دینے کا مدار اس بات پر ہے کہ

---

(12): توضیح الافلاک، ص:۵۲

اس کا روشن حصہ ہماری طرف کتنا ہے تو وقتِ محاق ایک فیصد بھی ہماری طرف نہیں ہوتا اور وقت بدر (13) مکمل ہوتا ہے جبکہ تربیع کے وقت نصف ہوتا ہے۔

شعر کی وضاحت

حضور ﷺ کی معراج شریف اصح قول کے مطابق ۲۷ رجب المرجب کو ہوئی۔اور جیسے آپ نے ماقبل میں جانا کہ ۲۷ویں رات کو چاند نظر نہیں آتا اب اسی بات کو عشقیہ انداز میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ یوں بیان فرمارہے ہیں کہ اس رات چاند غائب ہوا نہیں تھا بلکہ کیا گیا تھا اور سبب یہ تھا کہ پورے مہینے روشنی کر کر کے اس کی روشنی میلی ہوگئی تھی اور محبوب کی آمد کے وقت میلی روشنی کس طرح باقی رکھی جا سکتی ہے لہذا اللہ تعالی نے اپنے محبوب ﷺ کے لئے اس چاند کی چاندنی کو اٹھا دیا اور اور بہت ساری غور سے دیکھنے والی آنکھوں سے کئی کئی منزلوں دور تک اتنے فرشتے تھے

---

(13): یہاں ایک نکتہ ذہن میں رکھیے کہ بدر ہونے کے لئے نہ ہی چودھویں تاریخ ضروری ہے اور نہ ہی رات کا ہونا بلکہ ان دونوں میں فصل طول کا ۱۸۰ درجے ہونا ضروری ہے لہذا یہ دن میں بھی ہو سکتا ہے اور رات میں بھی اگرچہ دن میں ہونے کی صورت میں نظر نہ آئے اور اسی طرح چودھویں کا ہونا بھی کچھ ضروری نہیں بلکہ بارہویں اور گیارہویں رات میں بھی بدر ہو جاتا ہے کیوں کہ اس کا مدار رؤیت ہلال پر ہے۔فافھم وتدبر

کہ گویا کہ ان سے فرش بن گیا تھا اور ان فرشتوں کے سبب ہر طرف نور ہی نور تھا۔

وہ دیکھو جگ مگاتی شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بَست چہارُم صفر کی ہے

پہروں: بہت دیر سے۔ بست چہارم صفر کی: صفر کی چوبیس تاریخ

چوبیسویں تاریخ کو چاند رات میں بہت دیر سے طلوع کرتا ہے جبھی ان راتوں میں بہت اندھیرا ہوتا ہے کیوں کہ آخری وقت میں طلوع کرے بھی تو اس کی روشنی پھیلنے سے پہلے صبح صادق اور سورج کی روشنی آجاتی ہے۔

شعر میں کلمہ **اور** عطف کے لئے نہیں بلکہ حال کے لئے ہے اسے عطف کے لئے لینا درست نہیں ہے کیوں کہ جب چاند موجود ہی نہیں تو جگمگائے گا کس طرح؟ تو شعر کا نثری ترجمہ یوں ہو گا کہ وہ دیکھو رات جگمگا رہی ہے حالانکہ چاند بہت دیر سے موجود ہی نہیں کیوں کہ آج صفر کی ۲۴ویں تاریخ ہے۔

۲۴ صفر المظفر ہے، اعلی حضرت علیہ الرحمہ مدینہ

شریف کا سفر شروع فرمارہے ہیں[14]، اب جیسے ہی مدینے شریف کی نیت ہوئی ہے تو اب ہر طرف روشنی روشنی، اجالا ہی اجالا ہو گیا ہے، ہر چیز چمک رہی ہے اور ہر ہر لمحہ دلکش اور پر کیف ہو چکا ہے اور ایسا بھی نہیں کہ چاند کی روشنی پھیلی ہوئی ہو کیوں کہ ۲۴ویں رات ہے جس میں چاند موجود نہیں۔

تو فرماتے ہیں کہ وہ دیکھو رات کس قدر چمک رہی ہے، ہر چیز کتنی نرالی ہے، فضا کس قدر پاکیزہ ہے، ہوا کتنی معطر ہے بس محبوب کے کوچے کی طرف سفر میں ہر چیز ہی دلکش اور سہانی ہے، ہوائیں دل کو چھیڑ رہی ہیں، فضائیں خوشیاں بکھیر رہی ہیں، ہر آنے والا لمحہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب کی خوش خبری دے رہا ہے، اللہ اکبر یہ ایسی راہ ہے کہ ہر ہر قدم پر عاشق کا دل اپنی جان نچھاور کرنے کو چاہتا ہے، یقین جانیے کہ ایک طرف تو یہ سفر اتنا مبارک ہے کہ اس کا ہر لمحہ راحت بخش لیکن یہ سوچ کر کہ کب مدینہ شریف پہنچیں گے؟ یہ سفر گزارنا بھی بہت مشکل ہے، ہائے اسے تو وہی جانیں جنہیں یہ نصیب ہو!۔

---

(14): اعلی حضرت کا سفر مدینہ، ص: ۳۸

وارو‌ں قدم قدم پر کہ ہر دم ہے جانِ نو
یہ راہِ جاں فزاں میرے مولی کے در کی ہے

اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے خود ایک مقام پر مدینہ شریف کے سفر کے آغاز پر کلام فرماتے ہوئے اسی طرف اشارہ فرمایا: پہلی رات جو کہ جنگل میں آئی، صبح کی مثل روشن معلوم ہوتی تھی، جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہِ حضورِ جانِ نور ﷺ میں کیا جو حاضریِ دربارِ معلی میں لکھا گیا تھا۔ پھر آپ نے مذکورہ شعر ذکر فرمایا(15)۔

ستم کیا یہ کیسی مٹ کٹی تھی قمر وہ خاک ان کے رہ گزر کی
اٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے

چاند پر دھبے کی وجہ

یہاں اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے چاند پر موجود دھبے کے متعلق کلام فرمایا ہے ۔چاند پر موجود دھبے کے متعلق سائنس نے مختلف نظریات رکھے ہیں جیسے کہ یہ گڑھے ہیں یا پھر سمندر ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن درست نظریہ یہ ہے کہ چاند خود تو روشن نہیں

(15):اعلی حضرت کا سفر مدینہ، ص:۳۸

ہے بلکہ سورج سے منور ہے اور چاند کے اسی حصہ میں سورج کی روشنی منعکس ہوتی ہے جہاں پانی کے اثرات ہوں، اور جہاں پانی نہیں ہو تو پھر وہاں چاند کا اصل رنگ نظر آنے لگتا ہے جسے ہم دھبہ سمجھتے ہیں[16] بلکہ انوکھی بات یہ ہے کہ اگر کوئی چاند پر جا کر زمین کو دیکھے تو بھی اسے زمین پر دھبہ نظر آئے گا حالانکہ حقیقتاً زمین پر کوئی دھبہ نہیں ہے[17]۔

شعر کی وضاحت

فرما رہے ہیں کہ اے چاند! تو نے اپنے اوپر کیا ظلم کیا، تیری عقل کہاں چلی گئی تھی کہ جب حضور ﷺ معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لائے تھے تو ان کے راستے میں جس خاک نے ان کے قدم مبارک کے بوسے لئے تھے وہ خاک اپنے دھبوں پر لگا لیتا تو یہ سارے دھبے دیکھتے ہی دیکھتے فوراً مٹ جاتے اور تو حضور ﷺ کی برکت سے مزید منور و حسین ہو جاتا۔

چرخ پر چڑھتے ہی چاندنی میں سیاہی آگئی
کر چکی ہیں بدر کو ٹکسال باہَر ایڑیاں

چرخ: آسمان۔ ٹکسال باہَر: متروک، غیر معتبر، غیر مفید

---

(16): توضیح الافلاک، ص: ۵۷
(17): توضیح الافلاک، ص: ۵۷

ہم پہلے عرض کر آئے ہیں کہ ۲۷ ویں رات کو چاند موجود نہیں ہوتا۔ اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ حضور ﷺ کے ایڑی مبارک کے آسمان پر چڑھتے ہی، وہ چاند جو بدر میں خوب روشن ہوتا ہے، اس میں سیاہی آگئی یعنی کہ ایڑی مبارک نے چاند کی روشنی کو متروک اور غیر مفید بنا دیا جیسے بلا تشبیہ و تمثیل سورج کے سامنے کوئی بلب غیر مفید ہوتا ہے۔

خم ہو گئی پُشتِ فلک اس طعن زمین سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

اگر آسمان کو دیکھا جائے تو ایسا محسوس ہوگا کہ کناروں سے آسمان جھکا ہوا ہے یہاں تک کہ ایک جگہ ایسی نظر آئے گی جہاں آسمان اور زمین ملتے ہوئے نظر آئیں گے۔

فرماتے ہیں کہ زمین فخر کرتے ہوئے آسمان کو طعنہ دیتی ہے کہ اے آسمان ! سن مجھ پر تو مدینہ شریف ہے جس کے سبب میں پھولے نہیں سماتی، جس کے سبب میری شان تجھ سے بہت بلند ہے اور بتا کیا تجھ پر بھی کوئی مدینہ شریف موجود ہے ؟ آسمان بھی کیا جواب دیتا، یہ طعنہ سن کر حسرت و بے بسی کے سبب اس کی کمر جھک گئی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اسی معنی میں ایک اور شعر فرمایا ہے:

نہ آسمان کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا
حضورِ خاکِ مدینہ خمیدہ ہونا تھا

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو
سلامِ ابروئے شاہ میں خمیدہ ہونا تھا

چاند کی مختلف کیفیتوں کو ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک عظیم عاشقِ رسول ﷺ ہیں اور عاشق جانتا ہے کہ ہر چیز حضور ﷺ کے لئے ہی بنائی گئی ہے اور ہر معاملے میں تعظیمِ رسالتِ مآب ﷺ پوشیدہ ہے تو یونہی ایک دفعہ آپ کا خیال ہلال کی جانب متوجہ ہوا کہ اس میں کیا راز ہے جو ہر مہینے میں اس کی شکلیں تبدیل کی جاتی ہیں؟ تو دل نے جواب دیا: ارے ہلال کیسے نہ بنے! کہ مہینے کو حضور ﷺ پر سلام عرض کرنے کے لئے آپ کی بارگاہ میں جھکنا تھا۔ گویا کہ ہر مہینہ اپنی ابتدا اور انتہا میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے، عشاق کی جانیں اس مقدر پر قربان۔ سبحان اللہ پھر اس کو وہاں سے خیرات ملتی ہے تو اس کا نور بڑھنے لگتا ہے یہاں تک کہ بدر بن جاتا ہے۔

تنبیہ

سیکھنے کی بات ایک یہ بھی ہے کہ چاند سلام عرض کرنے اور بھیک مانگنے سے پہلے مہینے کے آخری ۱۴ دن اپنے آپ کو خالی کرتا ہے یہاں تک کہ اپنے آپ کو معدوم کردیتا ہے پھر حاضر خدمت ہوتا ہے، اے مومنو! اگر تمہیں بھی کچھ چاہیے تو اپنا سب کچھ مٹاؤ، اپنی خودی ختم کرو پھر حاضرِ خدمت ہو ان شاء اللہ تعالی بہت نوازے جاؤگے۔

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گلِ گلزار بنتا ہے

مہر میزان میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے
ڈالے اک بوند شبِ دے میں جو بارانِ عرب

میزان: بارہ برجوں میں ساتواں برج جو ۲۳ ستمبر سے ۲۲ اکتوبر تک رہتا ہے۔ حمل: پہلا برج جو ۲۱ مارچ سے ۲۰ اپریل تک رہتا ہے۔ شب دے: اکتوبر کے مہینے کی رات۔ باران عرب: عرب کی بارش

موسموں کی تبدیلی کا سبب

جان لیجیے کہ موسموں کے آنے جانے کا ظاہری سبب سورج ہے جب سورج شمالی علاقے میں ہو تو شمالی علاقوں میں گرمی ہوتی ہے اور

جنوبی علاقوں میں سردی اور جب سورج جنوبی علاقوں میں ہو تو اس کا الٹ ہوتا ہے[18] اور موسموں میں یہ اصول ہے کہ گرمی آنے سے پہلے بہار کا آنا لازمی ہے اور سردی کے آنے سے پہلے خزاں کا آنا لازمی ہے[19] اس طرح چار موسم ہوتے ہیں بلکہ یہاں ایک دلچسپ بات عرض کرتے چلیں کہ جس طرح آپ نے جانا کہ سورج قریب ہو تو گرمی ہوتی اور دور ہو تو سردی ہوتی ہے، تو دنیا کا بیچ والا مقام جسے خط استوا کہتے ہیں وہاں سورج ۲ دفعہ قریب اور ۲ دفعہ دور ہوتا ہے، لہذا وہاں ۸ موسم آتے ہیں: ۲ دفعہ سردی ۲، دفعہ گرمی، ۲ دفعہ بہار، اور ۲ دفعہ خزاں[20]۔ اور یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ عرب شریف شمالی علاقوں میں سے ہے۔

برجِ حمل بہار کا موسم ہوتا ہے جو سب باغوں اور کھیتوں کو خوب صورت بنا دیتا ہے ہر چیز چمک اٹھتی ہے جب کہ برجِ میزان خزاں کا موسم ہوتا ہے ۔ اکثر عرب صحرائی علاقہ ہے وہاں کھیتیاں وغیرہ نہیں ہوتیں اور وہاں بارش بھی کم ہوتی ہیں ۔(مگر ابھی کچھ سالوں

---

(18): سلم السماء، ص:۲۰
(19): توضیح الافلاک، ص:۸۰
(20): توضیح الافلاک، ص:۸۰

سے دنیا کا نظام تبدیل ہو رہا ہے تو وہاں بارشیں بھی بڑھ گئی ہیں)۔

فرماتے ہیں کہ اگر اکتوبر کے مہینے کی کوئی رات ایک بوند بھی برسا دے تو برجِ میزان جس میں خزاں کا موسم جاری ہے تو وہ برجِ حمل یعنی موسمِ بہار میں تبدیل ہو جائے۔

یہ تو اس کا حقیقی معنی تھا اب مرادی معنی سنیے:

برجِ میزان کے خزاں سے ہماری حالتِ زار، برجِ حمل سے اچھی حالت، بارانِ عرب سے حضور ﷺ کی رحمت مراد ہے:

یعنی اگر ہم بے بسوں، بے کسوں، مجبور و لاچار، گناہوں میں ڈوبے ہوؤں، ہر طرح کی برائیوں میں سرشار، پاپی، ہر در سے ٹھکرائے گئے، ہر دروازے سے دھتکارے گئے ہوؤں پر اگر حضور ﷺ کی رحمت کا ایک چھینٹا پڑ جائے تو قسم خدا کی پھر بہار ہی آجائے، پھرے ہوئے دن پھر لوٹ آئیں، قسمت جاگ اٹھے، نصیب چمک اٹھے اور ہمارا بیڑا پار لگ جائے۔

دنیا مزار حشر جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے

چاند کی منزلیں مقرر کی گئی ہیں جو کہ بعض کے نزدیک ۲۷ اور بعض کے

نزدیک ۲۸ ہیں[21]، اس میں منزل غفر بھی ہے جس میں چاند اپنے جوبھن پر ہوتا ہے جسے بدر بھی کہتے ہیں، بدر چاند کا نام ہے اور غفر اس کی منزل کا نام ہے۔

فرماتے ہیں حضور ﷺ دنیا میں ہوں یا مزار مبارک میں یا پھر قیامت میں ہر جگہ ہم گنہگاروں کی بخشش کرنے اور کروانے والے ہیں اور جیسے چاند منزل غفر میں ہوتا ہے اسی طرح حضور ﷺ بھی اپنی ہر منزل میں کمال جوبھن وعروج پر فائز ہیں بلکہ عروج آپ کی بھیک کا محتاج ہے اور یہاں غفور کے مقابلے لفظِ غفر بہت ہی خوب استعمال فرمایا ہے۔

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطوں تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

کمان: تیر چلانے کا آلہ ، یہ کنایۃً جھکی ہوئی چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور گول چیز جھکی ہوئی ہوتی ہے اور اس سے مراد دنیا ہے۔ امکان: وجود کی ایک قسم جس کا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہوں۔ جھوٹے نقطوں : بے فائدہ افراد۔ محیط: کسی بھی شکل کو گھیرنے والا جیسے دائرہ کی گول لکیریں

---

(21): مرام الکلام فی عقائد الاسلام، ص: ۲۵۴، ۲۵۳ مترجم

اس کا محیط ہیں اور مثلث میں تکونی لکیریں اس کی محیط ہیں۔

جب آپ پرکار سے نقطہ بنائیں تو جب تک بنا نہ ہو تو اس وقت پہچان لیا جائے گا کہ دائرہ کہاں سے شروع ہوا تھا اور ابھی کہاں تک ہے لیکن جب دائرہ مکمل ہو جائے تو دائرہ کی ابتدا و انتہا پتا نہیں چل سکے گی۔

فرماتے ہیں کہ ممکن الوجود کے لوگوں تم اس فکر میں ہو کہ حضور ﷺ اول ہیں یا آخر، حضور ﷺ کی ابتدا کیا ہے اور انتہا کیا ہے، ارے کوئی بھی ان کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا کیوں کہ ان کی شان کو مکمل سمجھنا کسی بشر کے لئے ممکن ہی نہیں، صرف وہی اور ان کا خالق جل جلالہ ہی ان کی شان کو جانتے ہیں جیسے دائرہ کی ابتدا اور انتہا محیط کو ہی معلوم ہوتی ہے۔

نہ جاگ اٹھیں کہیں اہل بقیع کچی نیند
چلا یہ نرم نہ نکلی صدائے پائے فلک

فرماتے ہیں فلک گھوم رہا ہے لیکن اس کے قدم کی آواز نہیں آرہی اس کی وجہ یہ ہے کہ بقیع شریف میں نیک لوگ آرام فرما ہیں اور ایسا نہ ہو کہ چلنے کی آواز سے ان کے آرام میں خلل آجائے لہذا فلک نہایت ہی دبے دبے پاوں سے حرکت کر رہا ہے۔

کاش کہ یہ شعر ہمارے حق میں بھی صادق آجائے کہ سرکار

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے دین کی مقبول خدمت لیں اور پھر جب ہم تھک جائیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قدموں میں بلائیں، سینے سے لگائیں اور اپنے قدموں یعنی جنت البقیع میں آرام کروادیں جیسے ایک ماں اپنے بچے کو سینے سے لگا کر اسے سلا دیتی ہے۔ آہ

رضا کے سامنے کی تاب کس میں
فلک وار اس پر تیرا ظل ہے یا غوث

فلک یعنی آسمان کی خصوصیات میں سے ۲ یہ ہیں، پہلی: ایک کے اوپر ایک کا موجود ہونا اور دوسرا یہ کہ اس کا گنبد نما۔

فطری طور پر انسان صرف سادی چھت جس کی چار دیواری نہ ہو اس سے زیادہ راحت اس میں محسوس کرتا ہے جس میں چار دیواری ہو کیوں کہ اس میں وہ اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتا ہے جیسے کہ تفسیر بیضاوی میں ہے:

وَالسمَاۤءَ بِنَاۤءً اَیْ قُبةً مَضْرُوْبَةً عَلَیْکُمْ (22)

یعنی اور آسمان کو **بناء** یعنی گنبد نما بنایا ہے۔

(22): تفسیر بیضاوی، ص: ۲۵۳، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ

فرماتے ہیں کہ رضا کا سامنا کرنے کی تاب کس میں ہے کیوں کہ اے غوث ! اس پر تیرا فلک والا سایہ ہے جو کہ پے در پے ہے ، ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیشہ سایہ کرتا رہتا ہے اور ہے بھی خیمہ و گنبد نما جو بہت ہی راحت و تسلی بخش ہے۔